سوال نمبر ۱: نظم "شب برات" کس شاعر کی لکھی ہوئی ہے اور شاعر اس نظم کے ذریعہ کیا پیغام قاری کو پہنچانا چاہتا ہے؟ یا
نظم "شب برات" سے اپنے تاثرات کا اظہار خیال کیجئے؟

جواب: شب برات مسلمانوں کا نہایت متبرک تہوار ہے۔ جسے مسلمانوں کے سبھی فرقوں کے لوگ مناتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہر ایک کے منانے کا انداز جداگانہ ہے۔ سبھی مسلمان اپنے اپنے قبرستان جایا کرتے ہیں اور مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ سبھی اپنے اپنے گھروں پر فاتحہ خوانی کراتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں تاکہ ان کے مرحومین کی روحیں اگر اپنے گھروں کو دیکھیں اور خوش خوش واپس جائیں۔

لیکن آج کل جو ہو رہا ہے اس کا ذکر اپنے اشعار میں نظیر کر رہے ہیں۔ نظم شب برات ایک مخمس ہے۔ اس تہوار میں عام طور سے حلوے بنتے ہیں، چپاتیاں پکتی ہیں اور مردوں کو نذر دی جاتی ہیں۔ کوئی شکر کا حلوہ تیار کرتا ہے۔ کسی کو استطاعت نہیں تو وہ گڑ کے حلوے بناتا ہے اور جن کے پاس پیسہ نہیں ہوتا وہ دوسروں کے حلوہ چپاتیوں کو گوارا کرتے ہیں۔ جو لوگ زردار ہیں امیر ہیں ان کے یہاں عمدہ حلوے اور نان روٹیاں بنا کرتی ہیں اور ان کے نوکر جا کر گھر گھر حلوے اور نان پہنچاتے پھرتے ہیں۔ اس میں جو زندہ ہیں وہ بھی خوش رہتے ہیں اور جو مردہ ہیں وہ بھی خوش رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں فاتحہ خوانی نہایت لذیذ چیز پر ہوتی ہے۔ اور جو مفلس ہیں وہ دریا پر جا کے اپنے مردوں کو فاتحہ دیتے ہیں۔ بھٹیارن کے تنور پر نان کی فاتحہ پڑھتے ہیں اور حلوائی کی دکان پر دادا کا فاتحہ دیتے ہیں۔ یہ تمام ہوتا ہے ان کی لاچاری کا۔

جن کے وارث جیتے ہیں وہ اپنے گھروں میں آتے ہیں اور جن کے وارث نہیں جیتے یا جن کا کوئی نہیں ہوتا وہ دربدر پھرتے رہتے ہیں اور ملا لوگ جو فاتحہ دینے کے لئے گھر گھر جاتے ہیں انہیں کہیں حلوہ ملتا ہے کہیں نان و دال ملتی ہے۔ چپاتی ملتی ہے۔ اور اگر ان ملاؤں کو کوئی غریب بلاتا ہے تو سیکڑوں بہانے کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۲: مفلسی میں انسان کو کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے؟ یا نظم "مفلسی" سے آپ کے دل میں کیسے کیسے تاثرات پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: نظیر اکبرآبادی نے مفلسی کے اثرات کو عوام کی زبان میں اپنے خاص طرز بیان میں ظاہر کیا ہے۔ مفلس انسان چاہے لاکھ پڑھا لکھا ہو طبیب ہو۔ ڈاکٹر ہو، عالم ہو، رشک لقمان ہو، مسیحا عیسیٰ ہو اس کی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کسی کو مفلسی میں اسیر نہ کرے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو آن کی آن میں اشراف کو حقیر بنا دیتی ہے۔ یہ تو اس کا دل جانتا ہے جو مفلسی کا اسیر ہوتا ہے۔ مفلس انسان پیروں فاقے کرتا ہے، بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ وہ نواب ہو یا بادشاہ ہو۔ ثانی حرمت لقمان ہو یا عیسیٰ مسیح ہو جس کی دنیا تعظیم کرتی ہے خدانخواستہ اگر مفلسی کے جال میں پھنس گیا تو پھر اسے کوئی نہیں پوچھتا۔ دنیا میں عالم و فاضل لوگ تمام مفلسی میں کلمہ تک بھول جاتے ہیں۔ جو غریب غربا کے لڑکے پڑھاتے ہیں ان کی زندگی عمر بھر مفلسی میں گذرتی ہے۔ کوئی لاکھ صاحب علم و کمال ہو۔ لاکھ فن کار ہو اگر مفلس ہو تو یہ دنیا اس کی کچھ بھی قدر نہیں کرتی۔ مفلس کے پاس آن بان کی کوئی شئے نہیں رہتی وہ تو بھوکے پیٹ میں محض ایک نان کے لئے جان دینے پر تیار رہتا ہے جس طرح کتے ایک ہڈی کے لئے آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ جو شرم کے مارے کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اسے بھی کرنا پڑتا ہے۔

P.To

اسے روٹی کے لیے حلال و حرام کی تمیز نہیں ہوتی۔ مفلسی ساری شرم و حیا چھین لیتی ہے۔ مفلس انسان کے لیے جینا تو درکنار مرنا بھی عذاب ہوتا ہے۔ اس کے تجہیز و تکفین کے لیے پیسہ نہیں رہتا نہ کوئی قبر کھود سکتا ہے نہ انہیں کفن مل سکتا ہے۔ مفلسی ذلت و خواری کی ماں ہے۔ مفلسی کے گھر میں چھالا ہو یا بخار بیمار پڑا رہتا ہے۔ کونوں میں جالے لگے رہتے ہیں گھر میں جلانے کو لکڑیاں نہیں رہتیں۔ اگر خدانخواستہ کوئی گذر گیا تو وہ جلایا نہیں جاتا بلکہ اس کی لاش دریا میں بہا دی جاتی ہے۔ مفلسی کی وجہ سے گھر کی کڑیاں، زنجیر، دروازے یہاں تک کہ اینٹ بھی کھود کر بیچ دی جاتی ہیں۔ اس طرح نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں اللہ کسی کو مفلس نہ بنائے اس کی وجہ سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بیان سے باہر ہے قلم اس کو لکھنے سے قاصر ہے۔

سوال نمبر ۲: کلجگ کے متعلق نظیر کے کیا تاثرات ہیں؟ یا نظیر کلجگ کے حالات سے ہمیں کیسے آگاہ کرتے ہیں؟ اظہار خیال کیجیے؟

جواب: نظیر اکبر آبادی کلجگ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انسان دنیا میں جو کچھ کرتا ہے اس کا بدلہ اس کو اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ جو کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے اس کے ساتھ بھی کوئی نیکی کرتا ہے۔ جو کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے اسی دنیا میں اس کے ساتھ بھی کوئی بدی کرتا ہے۔ جو کسی کو میوہ کھلاتا ہے اس کو بھی اس کے بدلے میں میوہ ملتا ہے۔ جو کسی کو پھول پیش کرتا ہے اس کو بھی پیش کرتا ہے۔ جو دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے اسے بھی کوئی آرام پہنچاتا ہے۔ جو دوسروں کو دکھ دیتا ہے یہ کلجگ نہیں ہے۔ یہ جگ کا کام کرتا ہے اس جگ میں ایک ہاتھ سے بھلا کریں گے تو دوسرے ہاتھ میں آپ کو بھلائی ملے گی۔ جیسے بازار میں آپ نقد روپیہ دیتے ہیں تو فوراً آپ کو سامان ملتا ہے۔ جیسا دام دیتے ہیں ویسا سامان ملتا ہے کانٹا بونے سے کانٹا ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس بات پر خوش نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے کسی کو کانٹا چبھو دیا بلکہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اگر کسی کو کانٹا چبھوتے ہیں تو کوئی دوسرا ہمیں تیر لگائے گا جس سے بچنا مشکل ہے۔ کسی کو آگ میں مت ڈال اس لیے کہ خود مشعل لیے ہے جو بہت تیزی سے جلتا ہے۔ اگر تجھ پر کوئی آگ ڈالے گا تو بہت تیزی سے جل کر راکھ ہو جائے گا۔

اس نظم سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی میں ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اس کی جزا یا سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ہمیں اس کے انجام پر نظر رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ جو گیہوں بوتا ہے وہ جو نہیں کاٹتا ہے وہ گیہوں ہی کاٹتا ہے اور جو بوتا ہے وہ جو ہی کاٹتا ہے۔

یہ نظم کلجگ بھی بہت سے نامانوس الفاظ سے پر ہے۔ اس میں کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ پھر بھی یہ نظم حقائق سے زیادہ نزدیک ہے اور اس کو پڑھنے سے انسان کے انجام کا پتہ چلتا ہے۔

[illegible]

(نظیر اکبرآبادی)

اشعار نظیر

7/10/2020

ظاہر ہے ظاہر ہے کہ اس وقت تک اردو کو ہندی کہتے ہیں۔ غالب نے بھی اپنے خطوط کے مجموعہ کا نام عود ہندی رکھا ہے۔ آگرہ سے متھرا تک برج کا علاقہ کہلاتا تھا اور اس علاقہ کی مقامی بولی کو برج بھاشا کہتے تھے۔ عبدالرحیم خان خاناں ترکی، فارسی اور عربی کے علاوہ برج بھاشا کے بھی زبردست فاضل اور بے مثل شاعر تھے۔ اس کے علاوہ میر پرشاد، ہریش چندر وغیرہ ہیں جن کا زمانہ انیسویں صدی کے وسط تک پہنچتا ہے اگرچہ سر اگر تیز رفتار تھا مگر بعض نے کچھ خیال ظاہر کی ہے اس لئے نئی ہندی شاعری کی تاریخ ۱۸۰۰ء سے پہلے کسی طرح شروع نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر ۳ نظیر اکبرآبادی نے نظم برسات کی بہاریں کے ذریعہ برسات کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر اپنا اظہار خیال کیجئے یا

نظیر اکبرآبادی کی نظم "برسات کی بہاریں" پر اپنا اظہار خیال کیجئے؟

جواب: اس نظم میں شاعر نے برسات کے موسم میں غریبوں ناداروں مسکینوں امیروں اور مسافروں کی حالت کی تصویر کشی کی ہے۔ نظیر کے مطابق تو بہار کا موسم دراصل برسات ہی ہوتا ہے کیونکہ چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ سبزے لہلہاتے ہیں۔ باغات ہرے بھرے رہتے ہیں۔ بارش ہو رہی ہے۔ سبزے بھیگ رہے ہیں۔ بارش سے نہا رہے ہیں۔ سارے جنگل ہرے نظر آتے ہیں۔ آسمان میں بجلی چمکتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ مور پپیہے جھینگر، مینڈک، فاختہ، تیتر، کوئل، قمری، بدبد غرض سارے طیور اپنی اپنی زبان میں بول رہے ہیں گویا سب اللہ کا فضل ہے سبحان تیری قدرت۔ یہ سبھی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ہر طرف ایک خوشگوار ماحول اور سماں بڑی قدرت کے ہیں۔ سبھی اپنی بولیوں میں تیرا ہی نام لے رہے ہیں۔

جب بادل آسمان پر گھر آتے ہیں تو عاشقوں چاہنے والوں اور محبوباؤں کے دل میں تڑپ اٹھتی ہے سبھی کو اپنے چاہنے والوں کی یاد ستانے لگتی ہے پپیہے پی پی کی صدا لگاتے ہیں۔ بارش کی ہر بوند برہنوں کے سینے پر کٹاری چلاتی ہے آسمان میں بجلی چمک کر کہتی ہیں کہ پیا نے اب تک ہماری خبر نہ لی ہائے۔ افسوس کوئل کی کوک سن کر غم کے مارے چھاتی پھٹنے لگتی ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو عالم بیزاری میں میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتے ہیں ان کی آنکھیں ڈبڈبائی رہتی ہیں نہ مہندی رنگائی ہوئی ہے اور مہندیاں نہ چوڑے جلائی ہیں وہ اپنے عاشقوں کے غم میں بے قرار رہتی ہیں۔

بارش کی وجہ سے کہیں چھتیں گر رہی ہیں کہیں دیوار گر رہی ہیں، کہیں دیواروں کے گرنے کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ یہ بھی مفلسی کے عالم میں جو پڑے ہوئے ہیں اپنے واسطے خاد ہو رہے ہیں جس کا صاف مطلب بند موری کو کھول رہا ہے کوئی گرتا ہوا سامان دیکھ رہا ہے۔ بارش کی وجہ سے سانپ بچھو بھی نکل آئے تمام بار سمار سے ہو رہے ہیں اور لوگوں کو ڈستے ہو رہے ہیں۔ کسی کو جڑی کی بیماری ستاتی ہے کسی کو جسم پر پھوڑے نکلنے کی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ کسی کو دست آ رہا ہے کسی کو بھیگنے کی وجہ سے کھانسی آ رہی ہے۔ مفلسی کی وجہ سے پانی بھیگنے سے کپڑے جسم سے چپک جاتے ہیں جس سے شرم و حیا نہیں رہتی۔

چونکہ نظیر خود غریب تھے اس لئے وہ اپنے کو نکو کہہ رہے ہیں۔ چاروں طرف کیچڑ کی دلدل ہے جس سے ہو کر چلنا مشکل ہو رہا ہے لوگ جب پھسل کے گرتے ہیں تو لوگ ہنس رہے ہیں کوئی گر کر اللہ کی مدد مانگتا ہے کوئی کہتا ہے کہ دیکھو گرنا نہیں۔ کیچڑ میں گرنے کی وجہ سے کپڑے دلدل سے معطل ہو رہے ہیں۔ کسی کے منہ میں کیچڑ سما گئی ہے۔ برسات میں صرف ایک دو ہی نہیں گرتے بلکہ سینکڑوں کے سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو جاتے ہیں۔

غرض برسات کی نہایت شاندار منظر کشی کی ہے عام فہم زبان جو عام لوگوں میں مشتمل ہے اس کا استعمال بہت خوب کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر برسات کا منظر آنکھوں میں اتر آتا ہے۔